معراج النبی ﷺ

تحریر: جناب غلام سرور قریشی ۔ عباس پورہ جہلم

بُرا ہو شیطان کا جس نے امت مسلمہ واحدہ کو فرقوں میں تقسیم کر کے اسلام کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا۔لوگ حیران ہیں کہ شیطان اسلام پر اتنے کاری اور مہلک حملے کر رہا ہے مگر مولوی حضرات اس کا تدارک کرنے کی بجائے، فرقہ واریت کو مزید گہرا کرنے کیلئے دن رات کوشاں ہیں۔حتیٰ کہ معراج النبی ﷺ کے معجزہ پر بھی اپنی فرقہ واریت کی دکان چمکا رہے ہیں۔

مجھے ان لوگوں سے سخت شکایت ہے جو خلائی تسخیرات کی روشنی میں معراج النبی ﷺ کا اثبات کرنے کی نالائق باتیں کرتے ہیں کہ اگر امریکی چاند پر اتر سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ عرش پر کیوں نہیں جا سکتے تھے۔ان لوگوں سے یہ پوچھنا واجب ہے کہ جب تک یہ خلائی انکشافات اور سائنسی کمالات سامنے نہیں آئے تھے، تو یہ حضرات معراج شریف کی حقانیت پر اتنا پکا ایمان رکھتے تھے یا نہیں، جتنا ان انکشافات سے پہلے کے زمانے میں تھا۔اگر جواب منفی میں ہے تو یہ ان کی ایمانی کمزوری کا ثبوت ہے اور اگر سائنسی انکشافات کے بعد معجزہ معراج پر ان کی روشنی میں اس کا ایمان پختہ ہوا ہے تو بھی اس کا یہ ایمان عنداللہ محمود نہیں ہے۔

ہمارا ایمان بالغیب ہے جس کا مطالبہ اسلام ہم سے کرتا ہے۔معجزات، ایسے خلافِ عادت واقعات ہیں جن کا ظہور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر ہوا جن کی تفہیم سے عقل عاجز رہی ہے۔لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام یا معجزات کو سمجھنے کیلئے بے عقل ہونا ضروری ہے۔اسلام دنیا کی سب سے بڑی عقلی سچائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی فزکس، کیمسٹری، بیالوجی وغیرہ میں ایم۔ایس۔سی تھا مگر...... انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے دعوت نبوت کو بلا تأمل قبول کیا اور ساتھ ہی ان بے شمار خارق عادت واقعات کو درست تسلیم کیا۔کیونکہ قرآن مجید میں اس واقعہ کا کلمہ افتتاحیہ ﴿سبحان الذی أسریٰ بعبدہ﴾ تمام ممکنہ اشکال کا ازالہ کر رہا ہے اور ہم مان لیتے ہیں کہ جس اللہ پر ہم ایمان رکھتے ہیں اس کیلئے اپنے پیغمبر ﷺ کو جسم اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کرا دینا نہایت آسان تھا۔غرض اس سفر کی، یعنی روح کیا تھی۔یہی کہ

عام الحزن سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور چچا ابو طالب کی وفات کے صدمات آپ ﷺ کی زندگی پر بری طرح اثر انداز ہوا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ یہ ہوئی کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احساسِ تنہائی سے نجات دلانے اور آپ ﷺ کے عزم کو از سر نو راسخ کرنے کیلئے انہیں اپنے عرش پر بلایا جائے تاکہ منکرین اسلام کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آسمانی قدر و منزلت کا علم ہو سکے اور وہ جلیل القدر نبی کی مخالفت چھوڑ دیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے عرشِ اعلیٰ پر بلاتا اور عالمِ بالا کی مکمل سیر کر چکنے کے بعد بھی اتنی جلدی سے واپس زمین پر آجائے جسے عقل تسلیم نہ کرے مگر صدیقین کاملین، شہداء اور صلحاء و راشدین اس کی صداقت کو بلا طلب ثبوت تسلیم کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر تو کسی مسلمان کا ایمان عقیدہ معراج النبی پر سائنسی اور تسخیراتی دنیا کے ہنگامہ پرور انکشافات سے پہلے کمزور تھا اور اب مضبوط ہوا ہے۔ جب سائنسی انکشافات نے اس پر سائنسی دلائل کے ذریعے ثابت کر دیا ہے تو اس کا ایمان بالغیب ناقص تھا اور عند اللہ قابل قدر نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بات ایک تنازعہ بنا کر کھڑی کر دی گئی ہے کہ معراج شریف میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ نے روبرو بیٹھ کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور کلام بھی کیا تھا۔ حالانکہ قرآن کا یہ فیصلہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دید کوئی آنکھ نہیں کر سکتی۔ یہ ایک دوسرا موضوع اختلاف ہے۔ دین اور اس کے عقائد میں نئی سے نئی باتیں نکالنا ایک کا نہیں بلکہ ہر فرقے کا کام ہے۔ شیطان نے انہیں اسلام کے واضح اور بیّن صراط مستقیم سے دور کر دیا ہے جس نے یہ کام کیا ہے بہت بُرا کیا ہے۔

یہ دیدارِ الٰہیہ کا اختلاف اس لیے پیدا کیا گیا کہ جس قدر عقیدہ معراج شریف متنازعہ ہوگا اسی قدر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا اتحاد کمزور ہوگا۔ یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام ﴿ربِّ أرنی﴾ عرض کر کے ﴿لن ترانی﴾ کا جواب پا چکے تھے۔ بنی اسرائیل کی ایمان لانے کیلئے یہ شرط حد درجہ بے ادبی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں گے جس کے نتیجے میں انہیں آسمانی بجلی نے پکڑ لیا تھا۔

شاعروں کی باتیں جانے دیجئے جو یہ کہتے ہیں۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

یہ شاعری ہے۔ یہ تصوف ہے۔ ان کی اپنی ایک دنیا ہے۔ ہم اس وادیٔ تصوف کے نہ مسافر ہیں اور نہ ان کے غاؤن۔

اہل بدعت دیدار الٰہیہ کو معراج شریف کی خودساختہ داستان میں بڑا پوائنٹ قرار دیتے اور اس پر لہک لہک کر گاتے ہیں مگر اتنا نہیں سوچتے۔ اگر واقعی کلام روبرو ہوا تھا تو یہ کیوں آیا ہے ﴿فاوحی الی عبده ما أوحی﴾ رہا ﴿قاب قوسین أو أدنی﴾ کا فاصلہ وہ اللہ اور نبی ﷺ کے درمیان نہ تھا بلکہ جبرئیل اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کا فاصلہ تھا۔

معراج کو زمینی اور آسمانی دو حصوں میں تقسیم کرنے میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے کہ منکرین اگر چاہیں گے تو زمینی حصہ، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی تصدیق کریں گے جو لامحالہ آسمانی حصہ کی بھی تصدیق کنندہ ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منکرین نے اپنے کسی قافلے کے احوال کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا جو ٹھیک اس وقت اسی علاقے میں محوسفر تھا جس میں حضور اقدس ﷺ کا قافلۂ معراج گزر رہا تھا اور حضور ﷺ نے ان کے سوالات کے مفصل ومسکت جواب دیئے تھے۔ یوں زمینی حصہ قصۂ معراج کی زمینی تصدیق، لامحالہ آسمانی حصۂ سفر کی تصدیق کو مستلزم ہے۔

معراج ﴿سبحن الذی﴾ پر ایمان لانے کے بعد عقلی طور پر ثابت ہے۔ معراج حالتِ بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ ہوا تھا اور اگر اس طرح نہیں ہوا تھا اور محض ایک خواب تھا تو قرآن مجید اس کی صداقت اور غیر معمولی اہمیت کو ثابت کرنے کیلئے (سبحن الذی أسریٰ بعبدہٖ) کا کلمہ برت کر کس غیر معمولی بات کا بیان کرنا چاہتا ہے۔ عبد، جسم اور روح کے اجتماع سے بنتا ہے۔ اگر معراج شریف میں کلام روبرو، ﴿قاب قوسین أو أدنیٰ﴾ کے فاصلے سے ہوا تھا تو پہلی بات یہ بتائی جائے کہ آیت ﴿فاوحی الیٰ عبده ما أوحی﴾ کی تشریح کیا ہوگی اور دوسری بات یہ بتائی جائے کہ کلام کا آغاز ﴿سبحن الذی﴾ کے غیر معمولی دعویٰ کرنے کے بعد کوئی غیر معمولی واقعہ نہ بیان کرنا کیا طرزِ کلام ہے؟

جن لوگوں نے معراج کی رات کو خاص رات بنایا اور ٹھہرایا ہے وہ سوائے حلوہ مانڈہ کے اس کی کوئی اہمیت نہیں بتا سکتے۔ وہ لیلۃ القدر کی آیات، 27 رمضان، 15 شعبان اور شبِ معراج پر سناتے اور اپنے لوگوں کو آتش بازی کی تربیت دیتے ہیں۔